(۱۱)

(فرمودہ ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء بمقام مسجد نور قادیان)*

گو بوجہ نزلہ اور کھانسی میں بول نہیں سکتا تھا مگر میں نے مناسب سمجھا کہ چونکہ عید کا دن ہے اس لئے میں اپنی زبان سے ہی چند کلمات کہہ دوں۔ کیونکہ خطبہ کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ بہت لمبا ہی ہو بلکہ بعض دفعہ نہایت مختصر الفاظ میں خطبہ کردیا جاتا رہا ہے۔ اور اسی سے فائدہ ہوتا رہا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض لوگوں نے لکھا ہے گو تاریخی طور پر مجھے معلوم نہیں مگر صوفیاء کہتے ہیں کہ خلافت کے پہلے دن جب آپ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو چند مسنون الفاظ پڑھ کر بیٹھ گئے[1] صوفیاء کہتے ہیں۔ اس وقت ان کا اس طرح خاموش بیٹھ جانا ہی خطبہ تھا[2]۔ گویا ان کی وہ جو خموشی تھی وہی خطبہ تھا تو بعض اوقات خموشی بھی خطبہ ہو جاتی ہے اور اس کا اتنا اثر ہوتا ہے جو بڑے لیکچر کا نہیں ہوتا۔ دراصل خطبات کی بڑائی اور عظمت ان کی لمبائی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس اخلاص کی وجہ سے ہوتی ہے جس سے سُنانے والا سُنائے اور سننے والا سُنے۔ اگر سُنانے والا اخلاص سے سُنائے اور سننے والا قبول کرنے کے لئے سُنے تو چھوٹی بات بھی بہت بڑا اثر کرتی ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بڑے سے بڑا لیکچر بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

صوفیاء نے لکھا ہے ایک شخص تھا جو کئی قسم کی برائیوں اور بدکاریوں میں مبتلا تھا اسے بڑی نصیحتیں کی گئیں مگر وہ یہی کہے کہ نادان ہیں وہ لوگ جو دنیاوی چیزوں کو عیش و عشرت کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ ایک دن وہ گلی میں سے گذر رہا تھا کہ ایک آدمی قرآن کریم پڑھ رہا تھا اس وقت اس کے کان میں یہ آیت پڑی۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ[3] کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے قلوب ڈر جائیں۔ اس آیت کا یک لخت اس پر اثر ہوا اور اس نے اس کی حالت کو بدل ڈالا۔ تو لمبے لمبے وعظ، طول طویل لیکچر، اور عجیب عجیب نکتے، تو اس کے لئے کچھ بھی مفید نہ ہوئے۔ مگر ایک شخص جو اپنے طور پر آیت پڑھ رہا تھا اور ادھر سے یونہی گذر رہا تھا اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس میں تاب مقاومت نہ رہی اور اس کی یک لخت اصلاح ہو گئی[4]

---

* نماز عید بوجہ بارش عیدگاہ کی بجائے مسجد نور میں ادا کی گئی۔ (الفضل ۲۱ جولائی ۱۹۲۳ء)

پس جب سننے والے قبولیت کا مادہ لے کر بیٹھیں اور سُنانے والا اخلاص سے سُنائے تو یہ دونوں باتیں مل کر چھوٹی بات کو لمبی اور اہم بنا دیتی ہیں اور اگر یہ نہ ہوں تو لمبی بات بھی چھوٹی ہوجاتی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان اخلاص کو لے کر اور دل کو صاف کر کے بیٹھے تو چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ دیکھئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے چھوٹے فقروں نے صحابہؓ میں ایسے تغیرات پیدا کر دیئے کہ وہ ساری دنیا کے استاد بن گئے۔ مگر آج لوگ بڑی لمبی لمبی تقریریں اور لیکچر سنتے ہیں مگر کورے کے کورے ہوتے ہیں۔ وعظ اور لیکچر میں واہ وا اور سبحان اللہ کہتے ہیں مگر جب اٹھتے ہیں تو ان کے دل اسی طرح صاف ہوتے ہیں جس طرح دھوبی میل نکال کر کپڑا صاف کر دیتا ہے۔ اور لمبے وعظوں اور خطبوں میں سوائے اس کے کہ لیکچرار کا زور اور وقت خرچ ہو اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مَیں اس وقت دوستوں کو یہی نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر اپنی اصلاح کی فکر رکھتے ہو، اگر خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو جو کچھ تمھیں سُنایا جائے کان کھول کر سنو۔ منافقین کے متعلق آتا ہے۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے مگر باہر جا کر ایک دوسرے سے پوچھتے کیا باتیں ہوئی ہیںؐ۔ کیا وہ باتیں نہیں سنتے تھے؟ سنتے تھے مگر بہروں کی طرح اور دیکھتے تھے مگر اندھوں کی طرح۔ پس اگر کوئی خطبہ اور وعظ سنتا ہے مگر اس پر اثر نہیں ہوتا یا دائمی اثر نہیں ہوتا تو اس خطبہ اور وعظ سننے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ وقت ضائع کرنا ہے۔ تم اگر خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر اسلام سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو، اگر روحانی ترقی کرنا چاہتے ہو تو میری اس نصیحت کو یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ کی باتوں کو سننے کے لئے کان اور دل کھول کر بیٹھو۔ کیونکہ اگر کانوں اور دل پر پردہ ہو، تو خدا تعالےٰ اپنی باتیں نہیں سُناتا اور اپنی ہتک سمجھتا ہے کہ وہ اپنی نعمت دے اور لینے والا دروازے بند کر کے بیٹھا ہو۔ دیکھو اگر کوئی کسی کو اعلےٰ درجہ کا کھانا دے مگر وہ اسے پھینک دے تو پھر نہیں دیتا۔ اسی طرح اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے نعمت آئے اور انسان کا قلب بند ہو تو پھر نہیں دیتا۔

عید میں بھی ہمارے لئے ایسی ہی مثال ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیا دوسروں سے زیادہ سُنتے تھے پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان پر اثر کیا۔ اور انہیں ابراہیم بنا دیا۔ وہ یہی تھی قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو کہا مسلمان ہوجا۔ اُنہوں نے کہا۔ مَیں مسلمان ہو گیا۔ یہ کتنا چھوٹا سا فقرہ ہے۔ اور کیا اور لوگ یہ فقرہ نہیں سنتے۔ یہ فقرہ بھی اور اس سے لاکھوں کروڑوں بڑھ کر بھی سنتے ہیں، پڑھتے ہیں یعنی سارا

قرآن کریم پڑھتے ہیں مگر پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کیا اس کے غلاموں جیسے بھی نہیں بنتے محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے غلاموں کا تو بڑا درجہ ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے غلاموں جیسے بھی نہیں بنتے۔ اسی فقرہ سے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ جاؤ ہم نے تمہیں لوگوں کا امام بنا دیا۔ مگر اوروں پر ایسا اثر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کا اثر اور کیفیت تھی جس نے اس فقرہ سے ایسا اثر قبول کیا کہ آپ ابراہیم بن گئے اور ایسا درجہ اور رتبہ ملا کہ نہ صرف خود نبی بنے بلکہ نبیوں کے باپ بن گئے حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی احسان کے طور پر آپ ہی کی نسل سے ہوئے اور بیٹا خواہ کتنا بڑا ہو جائے باپ کا ادب ہی کرتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے مگر آپ نے یہی سکھایا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عبودیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھکر تھے۔ مگر اس لحاظ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے باپ تھے یہ ادب ملحوظ رکھا تو خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ درجہ دیا کہ سب نبیوں کا باپ بنا دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کی نسل سے ہوئے اور حضرت مسیح موعود۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت سے۔

یہ عید کیا ہے اس فقرہ کی یاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے کہا۔ اَسْلِمْ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے اور میرے لئے قربان کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اَسْلَمْتُ۔ میں نے اپنی جان آپ کے سپرد کر دی۔ اسی کی یاد میں یہ عید ہے۔ عملی نمونہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا گیا قربانی کے لئے بیٹا لاؤ اور انہوں نے وہ بھی پیش کر دیا۔ پھر آپ سے وطن کی قربانی مانگی۔ وہ بھی آپ نے دے دی۔ غرض کہ ہر ایک پیاری سے پیاری چیز آپ نے خدا کے لئے قربان کر دی۔ اسی کی یادگار عید ہے۔

پس عید یادگار ہے اس امر کی کہ جو کوئی خدا کی بات کو سنتا اور اس طرح سنتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کے لئے قلب کھول کر بیٹھتا ہے وہ گو مر جاتا ہے اور اس پر صدیاں گذر جاتی ہیں مگر خدا اسے مرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کی زندگی سے خدا تعالےٰ کا کلام زندہ رہتا ہے۔

یہ مختصر سی نصیحت ہے جو میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے زیادہ میں اس وقت نہیں بول سکتا کیونکہ سینہ میں درد ہوتی ہے۔

دوسرا خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:۔

میں اس خطبہ کے طریق کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں جس طرح عید لوٹ لوٹ کر آتی ہے اسی طرح

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبے بھی دو رکھے ہیں[۱۱]۔ اس سے بار بار وعظ اور خطبہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ دو دفعہ پڑھ کر تکرار رکھا ہے اور بتایا ہے کہ اگر تم تکرار کروگے تو کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر کوئی کام ایک بار کر کے چھوڑ دو گے تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔

دیکھو پہاڑ کیا ہیں؟ یہ بڑے بڑے اونچے چبوترے ہیں مگر پانی نے ان پر بہہ کر بڑی بڑی گہری غاریں بنا دی ہیں اور جب پانی جیسی نرم چیز بھی پتھر جیسی سخت چیز پر اتنا اثر کر سکتی ہے تو خدا تعالےٰ کا کلام انسان کے دل میں کیوں نہ اپنی جگہ بنا لے گا اگر بار بار اس کا تکرار کیا جائیگا تو خطبہ کے تکرار سے بھی ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نیک کام میں تکرار کرنا چاہیئے۔"

(الفضل ۳ راگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۵-۶)

۱ه - کتاب الطبقات الکبیر لابن سعد قسم الاوّل - جزء الثالث ص۳۴

۲ه - مثنوی مولانا رومؒ دفتر چہارم ص۴۳

۳ه - الحدید ۵۷ : ۱۷

۴ه - یہ حضرت فضیل بن عیاضؒ کا واقعہ ہے - تذکرۃ الاولیاء شیخ فریدالدین عطار مترجمہ عبدالرحمٰن شوق مطبوعہ لاہور ص۸۱

۵ه - محمّد ۴۷ : ۱۷

۶ه - البقرہ ۲ : ۱۳۲

۷ه - البقرہ ۲ : ۱۲۵

۸ه - صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم

۹ه - الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۳ تا ۱۰۶

۱۰ه - الانبیاء ۲۱ : ۷۲ - العنکبوت ۲۹ : ۲۷

۱۱ه - جامع ترمذی ابواب الجمعۃ باب ما جاء فی الجلوس بین الخطبتین -